



## تجارتی معاملات میں صارفین کو حاصل "حق اختیار" کا فقہی و تجزیاتی مطالعہ

(اختیار مجلس، اختیار شرط، اختیار رویت، اختیار عیب اور اختیار غبن کا خصوصی مطالعہ)

### *A Jurisprudential and Analytical Study of the Consumer's Right of Option in Commercial Transactions*

(Special Focus on the Options of Meeting, Condition, Inspection, Defect, and Fraud)

**Dr. Rizwan Ali<sup>1</sup> Dr. Mahmood Ahmad<sup>2</sup>**

#### Article History

Received  
10-12-2024

Accepted  
25-12-2024

Published  
30-12-2024

#### Abstract & Indexing

WORLD of  
JOURNALS



ACADEMIA



REVIEWER  
CREDITS

#### Abstract

The principles and laws of Islamic Sharia are fundamentally established for the welfare of humanity and to protect them from worldly and eternal harm. Alongside other aspects of life, Islam provides comprehensive guidance in economic and financial matters. In trading transactions, particularly in the contract of sale ('Aqd al-Bay'), scholars and Fiqh academies have conducted extensive research and discussions from various perspectives. To protect consumer rights and maintain transparency in these transactions, the contracting parties are granted the right to defer, condition, or terminate the contract for valid reasons. This ensures the safety of both parties' capital and commercial assets, allowing consumers to engage in trade agreements with confidence. This right is referred to in Islamic jurisprudence as Haq al-Khiyār or "Options." Some of these options are granted by Sharia, such as Khiyār al-Majlis (option of the session) and Khiyār al-'Ayb (option of defect), while others are mutually agreed upon by the contracting parties, such as Khiyār al-Sharṭ (conditional option) and Khiyār al-Naqd (option of cash).

This research article delves into these options, examining them in light of classical and contemporary Fiqh literature. It also explores their evolving forms in the modern era. Specifically, the article discusses new forms of Majlis (session) in Khiyār al-Majlis, as highlighted by the resolutions of Fiqh academies and the opinions of contemporary scholars.

#### Keywords

Islamic Sharia, 'Aqd al-Bay', Haq al-Khiyār, Khiyār al-Majlis, Khiyār al-'Ayb, Khiyār al-Sharṭ, Khiyār al-Naqd, Consumer rights, Fiqh literature.

<sup>1</sup> Senior Subject Specialist, Islamic Studies (BS-18), SED, Govt. of the Punjab, Pakistan  
[drRizwanAli@hotmail.com](mailto:drRizwanAli@hotmail.com)

<sup>2</sup> Assistant professor, Department of Islamic studies, Government College University Faisalabad, Pakistan.  
[mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk](mailto:mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk)



شریعت اسلامیہ کے جملہ اصول و قوانین بنیادی طور پر انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کو دنیاوی و اخروی نقصان سے بچانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ زندگی کے دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ معاشی و اقتصادی اعتبار سے بھی دین اسلام نے جامع راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ تجارتی معاملات میں عقد بیع اور اس کی تفصیلات کے متعلق فقہاء اور فقہ اکادمیات نے مختلف اعتبار سے بحث و تحقیق کی ہے۔ عقد بیع میں صارفین کے حقوق کے تحفظ اور اس معاملے کی شفافیت برقرار رکھنے کے لیے عاقدین کو حق دیا ہے کہ وہ کچھ مناسب وجوہات کی بنا پر عقد کو موخر، مشروط یا ختم کر سکتے ہیں تاکہ فریقین کے اس المال اور تجارتی اموال محفوظ رہیں اور مارکیٹ میں صارفین اعتماد کے ساتھ تجارتی معاہدات اور معاملات کرتے رہیں۔ عاقدین کے اس حق کو فقہی اصطلاح میں "حق خیار" اور "خیارات" وغیرہ کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ اختیارات ایسے ہیں جو شریعت نے عاقدین کو دیئے ہیں جیسے خیار المجلس اور خیار العیب وغیرہ ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو عاقدین اپنی مرضی سے طے کرتے ہیں جیسے خیار الشرط اور خیار النقد وغیرہ۔

اس تحقیقی آرٹیکل میں ان خیارات کی قدیم و جدید فقہی ذخیرہ کی روشنی میں تفہیم کے ساتھ ساتھ دور حاضر میں ان کی بدلتی صورتوں کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ بالخصوص "خیار مجلس" میں "مجلس" کی فی زمانہ کچھ نئی صورتیں سامنے آئی ہیں جن کو فقہ اکادمیات کی قراردادوں اور معاصر فقہاء کی آراء کی روشنی میں موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

### خیار کی تعریف:

لغوی اعتبار سے یہ باب: اختار یختار اختیاراً سے مصدر ہے جس کا مطلب چننا یا منتخب کرنا ہے۔

فقہی اعتبار سے اس کی ایک جامع تعریف موسوعہ فقہیہ کویتہ میں مرقوم ہے:

هُوَ حَقُّ الْعَاقِدِ فِي فَسْخِ الْعَقْدِ أَوْ إِمْضَائِهِ، لِظُهُورِ مُسَوِّغٍ شَرْعِيٍّ أَوْ بِمُقْتَضَى اِتِّفَاقٍ عَقْدِيٍّ<sup>1</sup>

خیار، کسی شرعی جواز کی وجہ سے یا متعاقدین کے باہمی اتفاق کی بناء پر، کسی عاقد کی طرف سے عقد کو ختم کرنے یا اسے باقی رکھنے کا حق ہے۔

### خیار مجلس

یہ "خیار" اور "مجلس" سے مرکب اضافی ہے۔ مجلس سے مراد کچھ فقہاء نے تو وہ خاص بیٹھنے کی جگہ لی ہے جہاں فریقین باقاعدہ بیٹھ کر بیع کرتے ہیں۔ جب کہ اکثر فقہاء نے حالات و ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے مراد وہ دورانیہ لیا ہے جس میں عاقدین عقد بیع کرنے کے لیے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں خواہ وہ اکٹھے بیٹھے ہوں، اکٹھے کھڑے ہوں، چلے جا رہے ہوں یا سفر میں ہوں یا وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ٹیلی فون یا خط و کتابت کے ذریعے سے بیع کر رہے ہوں۔ "خیار مجلس" آفر دینے والے کی آفر کو جب سامنے والا قبول کر لے اس کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے پہلے والا اختیار "خیار قبول" کہلائے گا۔ قبول صادر ہونے کے بعد مجلس عقد جب تک باقی رہے گی تب تک ان کو عقد باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار ہو گا۔ مجلس عقد تب تک باقی رہے گی جب کہ وہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہو جاتے یا اس مجلس کو ختم نہیں کر دیتے۔<sup>2</sup> اس اختیار کو بعض فقہاء مولفین نے "خیار المتبايعين" کا نام بھی دیا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ خیار مجلس میں مجلس کی وضاحت اور یہ خیار مجلس کب شروع ہوتا ہے اس کی تفصیلات میں فقہاء کی آراء ایک دوسرے سے کچھ مقامات پر مختلف بھی ہیں اور فقہاء نے اس کو مختلف حالات میں تقسیم کیا ہے۔ کچھ حالتیں تو غیر اختلافی ہیں جیسے باقاعدہ ایجاب کے صادر ہونے سے پہلے ابتدائی گفتگو میں ہی فریقین میں سے کوئی ایک فریق عقد سے پیچھے ہٹ جائے تو اس کے بارے علامہ شنقیطی لکھتے ہیں:

وَكُلُّ عَاقِلٍ يَعْلَمُ أَنَّ الْخِيَارَ حَاصِلٌ لِكُلِّ مَنِ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي ضَرْوَةً قَبْلَ حُصُولِ الْإِجَابِ وَالْقَبُولِ ۚ يَهْدِي حَالَتِ تَمْتَقِ عَلَيْهِ هَبْ كَهٗ دُونُو كُو اِخْتِيَارِ حَاصِلْ هَبْ - دوسری حالت یہ ہے کہ موجب کی طرف سے باقاعدہ طور پر ایجاب کے صادر ہونے کے بعد اور قبول کے صادر ہونے سے پہلے اختیار کی کیا صورت ہے؟ اس میں فقہاء کے مابین اس بات پر تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قبول کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ اس آفر کو قبول کر لے یا رد کر دے۔ تاہم ایجاب کرنے والے کو قبول کے صادر ہونے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں ہے؟ اس بارے فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ موجب کو قبول کے صادر ہونے سے قبل رجوع کا حق حاصل ہے۔ مجلہ الاحکام العدلیہ میں ہے:

لَوْ رَجَعَ أَحَدُ الْمُتَبَايِعَيْنِ عَنِ الْبَيْعِ بَعْدَ الْإِجَابِ وَقَبْلَ الْقَبُولِ بَطَلَ الْإِجَابُ فَلَوْ قَبِلَ الْأُخْرَى بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْمَجْلِسِ لَا يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ ۚ ۴ اگر فریقین میں سے کوئی ایک بھی ایجاب کے صادر ہونے کے بعد اور قبول کے صادر ہونے سے قبل بیع سے پیچھے ہٹ جائے تو ایجاب باطل ہو جاتا ہے چاہے اس کو بعد میں قبول ہی کر لیا جائے، اس ایجاب سے اب بیع منعقد نہیں ہوگی۔ یہی بات بدائع الصنائع اور فتاویٰ ہندیہ میں ذکر کی گئی ہے اور شافعی و حنبلی فقہاء کی بھی یہی رائے ہے جب کہ دوسری جانب مالکی فقہاء کی رائے جمہور سے ہٹ کر ہے کہ اگر ایجاب ماضی کے صیغہ کے ساتھ صادر ہوا ہے تو رجوع کا حق نہیں ہے اگر اس ماضی کے علاوہ کسی اور صیغہ سے ایجاب کیا اور کوئی واضح قرینہ بھی موجود نہ ہو تو ایجاب کرنے والے اس بات پر قسم اٹھائے گا کہ میں نے بیع کا ارادہ نہیں کیا تھا تب وہ ایجاب ختم ہو جائے گا ۶

کچھ فقہاء نے اس کی مزید تفصیل بیان کی ہے کہ اگر موجب نے اپنے ایجاب کے ساتھ ایک مدت کا تعین بھی کیا ہو کہ فلاں تاریخ تک یا اتنے دن تک یہ ایجاب موثر رہے گا تو پھر وہ اپنے ایجاب سے اس تاریخ تک رجوع نہیں کر سکتا اگر کوئی مدت معین نہیں کی تو تب وہ رجوع کر سکتا ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ، سعودی عرب نے بھی اسی تیسری رائے کو ترجیح دی ہے إذا أصدر العارض بهذه الوسائل إيجاباً محدد المدة يكون ملزماً بالبقاء على إيجابه خلال تلك المدة، وليس له الرجوع عنه ۷ کہ جب آفر کرنے والے نے متعین مدت کے لیے آفر دی تو وہ اس مدت کے دوران اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

تیسری حالت یہ ہے کہ ایجاب کے بعد قبول صادر ہو گیا اور مجلس عقد بھی ختم ہو گئی اور اس بیع میں خیار شرط بھی موجود نہیں ہے تو تمام فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اب کسی کو بھی رجوع کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ بیع لازم ہو چکی ہے تاہم فریقین باہمی رضامندی سے بیع ختم کر سکتے ہیں۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں: أَنَّ الْبَيْعَ يُلْزَمُ بِتَفَرُّقِهِمَا؛ لِذَلَالَةِ الْحَدِيثِ عَلَيْهِ، وَلَا خِلَافَ فِي لُزُومِهِ بَعْدَ التَّفَرُّقِ ۸ کہ ان کے جدا ہونے پر بیع لازم ہو جائے گی کیونکہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اس بیع کے لازم ہونے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔

چوتھی حالت یہ ہے کہ عاقدین کے درمیان ایجاب و قبول ہو چکا ہے لیکن ابھی تک مجلس عقد برقرار ہے تو کیا عقد لازم ہو چکا ہے یا ابھی بھی فریقین کو اختیار حاصل ہے؟ اس مسئلے میں فقہاء کی دو الگ الگ آراء ہیں۔ حنفی اور مالکی فقہاء کے نزدیک اب کوئی بھی فریق دوسرے فریق کی مرضی کے بغیر عقد ختم نہیں کر سکتا کیونکہ ایجاب و قبول ہو چکا ہے جس کو پورا کرنا ضروری ہے جبکہ شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جب تک مجلس برقرار ہے تب تک مجلس کا اختیار باقی ہے<sup>10</sup>

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا موقف ذکر کرنے کے بعد شوافع کے موقف کی تائید میں کچھ احادیث اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے جو خیار مجلس کے قائل تھے<sup>11</sup> آخر میں لکھتے ہیں: وَهَذِهِ الْأَخَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَرُدُّ عَلَى هَؤُلَاءِ وَلَيْسَ لَهُمْ عَنْهَا جَوَابٌ صَحِيحٌ وَالصَّوَابُ ثُبُوتُهُ كَمَا قَالَهُ الْجُمْهُورُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ<sup>12</sup>

حنفی اور مالکی فقہاء نے تجارت کے متعلق قرآن کریم کی آیات کے عموم سے دلیل پکڑی ہے اسی طرح وہ یہ آیت بطور دلیل لاتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ<sup>13</sup> امام جصاص نے احکام القرآن میں خیار المتبايعين کی بحث میں ذکر کیا ہے کہ ہر عاقد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عقد کو پورا کرے وہ اسی آیت کو بطور دلیل پیش کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہیں: وَفِي إِبْتِنَاتِ الْخِيَارِ نَفْيٌ لِلزُّومِ الْوَفَاءِ بِهِ وَذَلِكَ خِلَافٌ مُقْتَضَى الْآيَةِ<sup>14</sup> "خیار کو ثابت کرنا اس عقد کے پورے کرنے کے لزوم کی نفی کرتا ہے جو کہ تقاضائے آیت کے خلاف ہے" اس کا خیار مجلس کے قائلین نے یہ جواب دیا ہے کہ عقد کو اس وقت پورا کرنا ضروری ہے جب وہ عقد لازم ہو چکا ہو یہاں عقد منعقد تو ہو گیا ہے لیکن ابھی لازم نہیں ہوا کیونکہ فریقین کا اختیار باقی ہے۔ عدم قائلین نے ایک دلیل یہ دی ہے کہ عقد میں ملکیت منتقل کرنے کے لیے بنیاد باہمی رضامندی ہے نہ کہ مجلس عقد کا ختم ہونا یا فریقین کا الگ الگ ہونا لہذا تفریق رضایا عدم رضایا دلالت نہیں کرتی<sup>15</sup>۔ اس کا جواب قائلین نے یوں دیا ہے کہ ہمارا اختلاف ملکیت کے ثابت ہونے پر نہیں ہے بلکہ عقد کے لازم ہونے اور لازم نہ ہونے پر ہے۔ عقد کا منعقد ہو جانا اور عقد کا لازم ہو جانا الگ چیزیں ہیں بہت سے ایسے عقود ہیں جہاں حنفی اور مالکی فقہاء خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ عقد درست تو ہے لیکن لازم نہیں ہے جیسے کہ فضولی کا عقد ہے۔ امام ابو بکر جصاص نے ہی اپنی تفسیر میں مزید لکھا ہے کہ یہ قیاس کے بھی خلاف ہے لہذا یہ اصول بنانا کہ عقد کے لازم ہونے کے لیے فریقین کے مابین جدائی ضروری ہے یہ خلاف قیاس بھی ہے کیونکہ اکثر معاملات میں تو تفریق عقود کے نسخ پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ عقد صرف میں قبضہ سے قبل جدا ہو جانا، عقد سلم میں شمن کی وصولی سے قبل جدا ہو جانا وغیرہ۔ لہذا ہمیں تو ایسا کوئی اصول نہیں ملا جس میں تفریق اور جدائی عقد کے لزوم میں موثر ہوتی ہو۔ اس میں کتاب اللہ کے ظاہر کی بھی مخالفت ہے اور یہ اصول سے بھی خارج ہے۔ خیار مجلس کے قائلین نے اس دلیل کا جواب یوں دیا ہے کہ خیار مجلس پر واضح نص موجود ہے اور اصول ان نصوص شرعیہ سے ہی اخذ کیے جاتے ہیں نصوص شرعیہ کی اتباع ہی درحقیقت اصول کی اتباع ہے لہذا اصول کو بنیاد بنا کر نصوص کو چھوڑا نہیں جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ خیار مجلس والی حدیث اصول کے خلاف ہے تو درحقیقت یہ اصول کے خلاف نہیں ہے بلکہ شارع نے کچھ جزئیات کو کلیات سے الگ کر کے اس کے حکم سے نکال دیا ہے اسی کے اندر انسانوں کی بھلائی اور مصلحت ہے کیونکہ تجارت میں بسا اوقات ایک انسان فوراً کوئی چیز خرید لیتا ہے

اور ادھر اسی مجلس میں وہ اس کو جب تسلی اور توجہ سے دیکھتا ہے تو اسے وہ چیز ویسی نہیں نظر آتی جیسی وہ سمجھتا تھا اس کو اپنی ضرورت کے مطابق نہیں پاتا تو اس کو شریعت نے اختیار دیا ہے کہ وہ اس کو وہیں واپس کر دے۔<sup>16</sup>

شافعی اور حنبلی فقہاء نے بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: حَكِيمُ بْنُ حِرَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا)۔<sup>17</sup> بیع کرنے والے فریقین کو جدا ہونے سے پہلے پہلے اختیار حاصل ہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی چیز خریدتے اور وہ چیز انہیں پسند ہوتی تو وہ دوسرے فریق سے الگ ہو جاتے تھے<sup>18</sup> (تا کہ بیع لازم ہو جائے) قائلین کے نزدیک اس معاملے میں حکیم بن حزام کی مذکورہ حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس کا فہم بھی وہی مانا جائے گا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ جہاں تک اصول کی بات ہے تو اس کو شارع کی طرف سے اس اصول سے خارج سمجھا جائے گا تا کہ لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت ہو۔ عدم قائلین میں سے کچھ فقہاء ان احادیث کو خبر واحد قرار دیتے ہیں اور ان کی تاویل کرتے ہیں اور کچھ فقہاء اس مفہوم کی احادیث کو منسوخ مانتے ہیں۔ امام مالک نے موطن میں خیار مجلس کے معاملے کو غیر معمول بہ عمل قرار دیا ہے۔<sup>19</sup> امام ابن حجر اس مسئلے پر فتح الباری میں لکھتے ہیں: وَلَا حُجَّةَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ لِإِنَّ النَّسْخَ لَا يَثْبُتُ بِالِاخْتِمَالِ وَالْجَمْعُ بَيْنَ الدَّلِيلَيْنِ مَهْمَا أَمَكَّنَ لَا يُصَارُ مَعَهُ إِلَى التَّرْجِيحِ وَالْجَمْعُ هُنَا مُمَكِّنٌ بَيْنَ الْأَدِلَّةِ الْمَذْكُورَةِ بِغَيْرِ تَعَسُّفٍ وَلَا تَكَلُّفٍ<sup>20</sup> فریقین کے دلائل اور صحابہ و تابعین کی ایک خاطر خواہ تعداد کے خیار مجلس پر عمل کو جاننے کے بعد اس معاملے میں قائلین کی رائے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ عقد کے منعقد ہونے پر تو کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے عقد کے لازم ہونے پر اختلاف ہے جب عقد کے منعقد ہونے اور لازم ہونے پر دیگر مسائل جیسے فضولی کی بیع میں فرق رکھا جاسکتا ہے تو ادھر بھی اس کو روا رکھنا درست ہے مستزاد یہ کہ اس پر واضح نص اور صحابہ کا عمل موجود ہے اور اس سے عاقدین کو مزید سوچ و بچار کا وقت بھی مل جاتا ہے۔ اگرچہ خیار مجلس کے قائلین فقہاء کے مابین ان کی تفصیلات میں بھی کچھ اختلاف رائے موجود ہے۔

خیار مجلس کے ضمن میں یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ اگر بیع منعقد ہونے کے بعد اور مجلس عقد کے اختتام سے پہلے ایک فریق دوسرے سے کہے کہ اس بیع کو یا نافذ کر دو یا فسخ کر دو اور دوسرا فریق اس کو نافذ کر دے تو بیع لازم ہو جائے گی چاہے مجلس عقد باقی ہی کیوں نہ ہو۔ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل احادیث کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: عن ابن عمر أن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (الْبَيْعَانِ، كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ، مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)<sup>21</sup> حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیع کرنے والے دو اشخاص میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر اختیار حاصل ہے جب تک کہ وہ جدا جدا نہ ہو جائیں سوائے بیع خیار کے "سنن نسائی میں الفاظ زیادہ وضاحت کے ساتھ روایت کیے گئے ہیں: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَاعَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا عَن خِيَارٍ، فَإِنْ كَانَ عَن خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ»<sup>22</sup> جب دو بیع کرنے والے بیع کر رہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے اس وقت تک، جب تک وہ جدا جدا نہ ہو جائیں۔ یا ان کی بیع خیار والی ہوگی، پس اگر یہ خیار والی ہو تو (خیار کے استعمال سے) بیع واجب ہو جائے گی "ان احادیث میں "الا بیع

الخیار" سے مراد یہی خیار مراد ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اسی وقت یہ اختیار دے کہ اس بیع کو یا تو نافذ کر دیا یا فسخ کر دو اور وہ ایسا کر دے تو خیار مجلس ختم ہو جاتا ہے۔

یہ ساری کی ساری بحث اس حالت میں ہے جب عاقدین ایک مجلس میں موجود ہوں۔ اگر عاقدین ایک دوسرے سے دور ہوں اور ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے سے عقد کر رہے ہوں تو اس میں خیار مجلس ہو گا یا نہیں ہو گا، اگر ہو گا تو کیسے ہو گا؟ ذیل میں جدید وسائل اتصال کے ذریعے عقد بیع اور خیار مجلس کو زیر بحث لایا جا رہا ہے۔

### آڈیو یا ویڈیو کال کے ذریعے عقد اور خیار مجلس

دور حاضر کے فقہاء نے ٹیلی فون یا اس کی دیگر صورتوں کے ذریعے عقد بیع کو درست تسلیم کیا ہے اگرچہ قدیم فقہاء کے دور میں یہ سہولت میسر نہ تھی اور انہوں نے اس معاملے میں کوئی تحقیق صادر نہیں فرمائی لیکن ان کے کچھ اقوال اور استنباطات سے اس معاملے میں راہ نمائی ملتی ہے۔ حنفی فقہاء اور شافعی فقہاء کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے ہاں عاقدین کا ایک دوسرے کے قریب یا ساتھ ہونا بیع کے لیے شرط نہیں ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں: لَوْ تَنَادَا وَهُمَا مُتَبَاعِدَانِ وَتَبَايَعَا صَحَّ الْبَيْعُ بِلاِ خِلَافٍ<sup>23</sup> کہ اگر ایک دوسرے سے دور کھڑے اشخاص نے ایک دوسرے کو دور سے آواز دے کر بیع کی تو یہ بیع درست ہوگی، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح ابن نجیم لکھتے ہیں: وَلَوْ تَعَاقَدَ الْبَيْعَ وَبَيْنَهُمَا النَّهْرُ الْمَزْدَحْصَانِي يَصِحُّ الْبَيْعُ قُلْتُ: وَإِنْ كَانَ نَهْرًا عَظِيمًا تَجْرِي فِيهِ السُّفُنُ<sup>24</sup> کہ اگر دو بیع کرنے والوں نے اس حالت میں بیع کی کہ ان کے درمیان بڑی نہر تھی، جس میں کشتیاں چلتی ہوں، تو تب بھی ان کی بیع درست ہوگی۔ ان اقوال سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ اگر دو بیع کرنے والے دور سے ایک دوسرے کے ساتھ مخاطب ہوں تو بیع منعقد ہو جائے گی لہذا فون کال پر بھی بیع کرنا اسی حکم میں آئے گا۔ جہاں تک خیار مجلس کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں معاصر فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جب تک وہ دونوں فون کال پر موجود رہیں گے تب تک خیار مجلس حاصل رہے گا اگر انہوں نے اس بات کو مکمل کرنے کے بعد کوئی اور موضوع زیر بحث لانا شروع کر دیا تو گویا مجلس عقد ختم ہو گئی۔

استاد احمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ ٹیلی فون کے ذریعے عقد بالمشافہ عقد کی مانند ہی ہے اور فون کال پر عاقدین ایک مجلس میں ہی شمار ہوں گے کیونکہ اتحاد مجلس کا مفہوم یہی ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی بات سن اور سمجھ سکتے ہوں اور یہ چیز ٹیلی فون سے حاصل ہو جاتی ہے۔<sup>25</sup> اسی طرح استاد علی الحقیف اپنی کتاب احکام المعاملات الشرعیۃ میں لکھتے ہیں: اذا استعمالا التلفیون بالتعاقد کانا کحاضریں ، فیدوم مجلس العقد ما دامت محادثتهما فی شانہ ، فاذا انتقلا منه الی حدیث فی موضوع آخر انتھی مجلس العقد<sup>26</sup> اگر بیع کرنے والے دو اشخاص نے بیع کے لیے ٹیلی فون کا استعمال کیا تو ان کا حکم دو حاضرین والا ہی ہوگا۔ جب تک وہ اس معاملے میں گفتگو کرتے رہیں گے تب تک مجلس عقد برقرار رہے گی۔ جب وہ اس موضوع سے کسی اور موضوع پر منتقل ہو جائیں اور اس معاملے پر گفتگو مکمل کر چکیں تو مجلس عقد ختم تصور کی جائے گی۔"

معاصر فقہاء کی آراء کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے عقد بیع درست ہے اور جب تک فریقین فون کال پر موجود رہیں گے یا اس موضوع پر مٹو گفتگو رہیں گے تب تک خیار مجلس فریقین کو حاصل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### خیار شرط

خیار شرط سے مراد ہے کہ فریقین یا ایک فریق عقد کو باقی رکھنے یا فسخ کرنے کے لیے ایک خاص مدت تک اختیار حاصل کرے یعنی وہ عقد میں یہ شرط رکھ لے کہ اس کو فلاں تاریخ تک یا آج سے اتنی مدت تک اس عقد کو باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ خیار شرط کے متعلق علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں: مَا يَثْبُتُ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ مِنَ الْإِخْتِيَارِ بَيْنَ الْإِمْتِزَاءِ وَالْفَسْخِ<sup>27</sup> معینہ مدت کے دوران اگر صاحب اختیار عقد کو فسخ کر دے تو وہ فسخ ہو جائے گا ورنہ مدت گزرنے کے بعد عقد نافذ ہو جائے گا۔ یہ اختیار ان اختیارات میں سے ہے جو عاقد کی طرف سے ارادی اختیار ہے جس میں فریقین یا ایک فریق اس معاملے میں مزید غور و فکر کرنے کے لیے وقت لیتا ہے۔

فقہاء کی خیار شرط کے متعلق تین مختلف آراء ہیں۔ جمہور فقہاء (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء) کی رائے یہ ہے کہ خیار شرط درست اور صحیح ہے یعنی عقد بیع میں عقد جاری رکھنے اور اسے فسخ کرنے کے اختیار کی شرط رکھی جاسکتی ہے۔<sup>28</sup>

کچھ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ خیار شرط صرف اور صرف مشتری کو حاصل ہوگا، دونوں کو یا بائع کو حاصل نہیں ہے۔ یہ قول امام سفیان ثوری اور ابن شبرمہ وغیرہ کا ہے<sup>29</sup>۔ ابن حزم کا موقف یہ ہے کہ خیار شرط مطلقاً ہی درست نہیں ہے۔<sup>30</sup>

مطلقاً جواز کے قائلین کی ادلہ میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ شرائط میں اصل جواز ہے سوائے اس کے جہاں شرائط سے منع کیا گیا ہو۔ تو اس خیار شرط سے بیع کے مناسب اور صحیح ہونے اور اس کی قیمت کے بارے میں غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور یہ جائز مقاصد ہیں جو کہ بیع میں "رضا" (جو کہ عقد کی شرط سے ہے) کو ثابت کرنے کے لیے مدد دیتے ہیں۔ اسی طرح فقہاء نے خیار شرط کے درست ہونے پر اجماع بھی نقل کیا ہے جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: وشرط الخيار جائز بإجماع العلماء والفقهاء<sup>31</sup> علماء اور فقہاء کے اجماع سے خیار شرط جائز ہے۔ یہی بات ابن ہمام نے فتح القدر علی الھدایہ میں اور شہاب الدین نفاوی مالکی نے الفواکہ الدوانی میں لکھی ہے<sup>32</sup> امام نووی لکھتے ہیں: يَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْبَيْعِ بِالْإِجْمَاعِ إِذَا كَانَتْ مُدَّتُهُ مَعْلُومَةً<sup>33</sup> بیع میں شرط خیار بالا اجماع درست ہے، جب یہ اختیار ایک خاص معلوم مدت کے لیے ہو۔ اگرچہ عدم قائلین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب ابن شبرمہ، سفیان ثوری اور ابن حزم جیسے فقہاء اختلاف رکھتے ہیں تو یہ اجماعی موقف نہیں کہلائے گا۔

بہر حال یہ معاملہ جب فریقین کی رضا سے ہو رہا ہے اور اس سے عنین اور غلطی سے بچنے کا فائدہ بھی مل رہا ہے تو اس کو درست اور جائز کہنے والے فقہاء کا موقف ہی راجح مانا جائے گا۔ اگرچہ خیار شرط کی مدت کی تفصیلات میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ حنفی اور شافعی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ خیار شرط میں زیادہ سے زیادہ مدت تین ایام ہیں۔<sup>34</sup> دوسرا قول مالکی فقہاء کا ہے کہ خیار شرط میں مدت مقرر ہونی چاہیے لیکن یہ بقدر ضرورت (بیع کو پورے یا مشورہ وغیرہ کی غرض) زیادہ یا کم ہو سکتا ہے یعنی تمام معاملات میں اور تمام قسم کی بیعات میں ایک ہی مدت مقرر نہیں

کی جائے گی بلکہ مختلف بیعات کی بیع میں خیار شرط مختلف ہو سکتا ہے۔ جیسے گھر، جانور، یادگیر چیزوں کے لحاظ سے فریقین خود مدت مقرر کریں گے اور وہ مدت اتنی ہی ہوگی جتنی اس متعلقہ چیز کے لیے مناسب ہے اگر ضرورت سے زائد مدت رکھی گئی تو عقد فاسد ہو جائے گا<sup>35</sup>

تیسرا قول مطلقاً وسعت والا ہے کہ کوئی بھی معلوم مدت رکھی جاسکتی ہے جہاں جتنی بھی طویل مدت کیوں نہ ہو اس قول کو حنبلی فقہاء نے اختیار کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔<sup>36</sup> حنفی اور شافعی فقہاء نے حدیث "ثداة مصراة"<sup>37</sup> سے دلیل پکڑی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے تین دن کے اختیار کا تذکرہ کیا ہے۔ لہذا یہ خیار شرط بھی تین دن ہی ہونا چاہیے۔ لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ خیار تصریح کا تعلق تو خیار عیب کے ساتھ ہے اور یہ خیار شرط سے مختلف ہے کیونکہ خیار عیب تو شرعی طور پر ثابت ہے جب کہ خیار شرط فریقین کی اپنی طرف سے شرط رکھنے سے اپنی مرضی سے وجود میں آیا ہے۔ مالکی فقہاء کا یہ کہنا کہ ہر بیع کی مدت مختلف ہوگی لیکن یہ مناسب مدت ہونی چاہیے اگر یہ ایک مناسب مدت سے زیادہ رکھی جائے گی تو عقد فاسد ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا موقف ہے جس پر عمل مشکل ہے کیونکہ اس بات کو کون فیصلہ کرے گا کہ فلاں چیز کے اتنی مدت مناسب ہے اور اتنی مدت غیر مناسب ہے۔ جب کہ حنبلی فقہاء کا یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جب یہ خیار شرط ہے ہی فریقین کی اپنی صوابدید پر تو ان کی مدت مقرر کرنے کا اختیار بھی ان کو ہی ہونا چاہیے، چاہے وہ باہمی رضا مندی سے جتنی بھی طویل مدت مقرر کر لیں۔ درر الحکام میں علامہ علی حیدر نے بھی اسی بات کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے: وَيَجِبُ إِذَا أُخِرَىٰ إِنَّ مَدَّةَ الْخِيَارِ الَّتِي يُتَّفَقُ عَلَيْهَا مُعْتَبَرَةٌ مَهْمَا بَلَغَتْ مِنَ الْأَيَّامِ<sup>38</sup>۔ دوسرے الفاظ میں، بلاشبہ مدتِ خیار جس پر فریقین راضی ہوں وہ معتبر مانی جائے گی چاہے وہ جتنی بھی ہو۔

### خیار رویت

خیار رویت سے مراد ہے کہ کسی متعین چیز کی خرید و فروخت کا عقد کرنے والے نے اگر معقود علیہ کو اس سے قبل نہیں دیکھا تو جب وہ اس چیز کو دیکھے گا تو اسے اختیار حاصل ہوگا کہ وہ عقد کو باقی رکھے یا فسخ کر دے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں مرقوم ہے: "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو بغیر دیکھے بھالے خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز ناپسند ہوتی ہے، ایسی حالت میں شرع مطہر نے مشتری کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد چیز کو نہ لینا چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اس کو خیار رویت کہتے ہیں"<sup>39</sup>۔

اسی طرح موسوعہ کویتہ میں لکھا ہے: فَهُوَ حَقٌّ يَنْبُتُ بِهِ لِلْمُتَمَلِّكِ الْفَسْخُ أَوْ الْإِمْضَاءُ عِنْدَ رُؤْيَا مَحَلِّ الْعَقْدِ الْمُعَيَّنِ الَّذِي عَقَدَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَرَهُ، وَالْإِضَافَةُ فِي خِيَارِ الرُّؤْيَا مِنْ إِضَافَةِ السَّبَبِ إِلَى الْمَسَبَّبِ أَيَّ خِيَارًا سَبَبُهُ الرُّؤْيَا<sup>40</sup> اگر کسی خریدار نے کوئی چیز خریدی جس کو اس نے دیکھا نہ ہو تو بیع کو دیکھ کر مشتری کو حق حاصل ہوگا کہ وہ عقد بیع کو باقی رکھے یا اسے فسخ کر دے۔ اس تعریف کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر بیع غیر معین ہو تو وہ اس بحث میں نہیں آئے گا اور اگر عاقد نے اس سے پہلے اسے دیکھ رکھا ہے اور اس کو دیکھے ہوئے اتنی مدت نہیں گزری کہ وہ چیز تبدیل ہو جائے تو تب بھی اس کو خیار رویت حاصل نہیں ہوگا۔ خیار رویت تب حاصل ہوگا جب عاقد نے معقود



علیہ کو نہ دیکھا ہو اور وہ عقد کے وقت بھی موجود نہ ہو اور وہ کوئی خاص معین چیز ہو۔ خیار رویت کے درست ہونے اور نہ ہونے کے متعلق فقہاء کی آراء مختلف ہیں اس اختلاف کی بنیاد اس مسئلے پر ہے کہ کیا کسی معین اور غیر موجود چیز کی بیع درست ہے یا نہیں ہے۔ شافعی و حنبلی فقہاء کے نزدیک غیر موجود معین چیز کی بیع درست نہیں ہے لہذا ان کے ہاں یہ خیار رویت بھی حاصل نہیں ہو گا جب کہ حنفی اور مالکی فقہاء کے نزدیک کسی معین لیکن غیر موجود کی بیع درست ہے اور یہ بیع بیع کو دیکھ لینے تک موقوف ہوگی۔

خیار رویت میں رویت سے مراد آنکھوں سے دیکھ لینا یا دیگر حواس کے ذریعے بیع کے بارے میں جان لینا ہے۔ اگر عاقد نے کسی چیز کو حواس میں سے کسی بھی حس کے ذریعے جان لیا ہے تو وہ چیز اس کے لیے غائب یا غیر موجود نہیں کہلائے گی۔<sup>41</sup> خیار رویت پر سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ تذکرہ حنفی فقہاء کے ہاں ہی ملتا ہے انہوں نے اس کو مطلقاً غور و فکر کی بنیاد پر درست قرار دیا ہے یعنی بیع میں عیب یا اس کے بیان شدہ اوصاف کے مطابق نہ ہونے سے ہٹ کر مشتری کو اس بات پر غور و فکر کرنے کا اختیار ہے کہ آیا وہ چیز اس کے لیے موزوں ہے یا نہیں ہے۔<sup>42</sup> اسی طرح احناف کے ہاں عاقد نے غیر موجود بیع کی بیع اوصاف کی بنیاد پر کی ہو یا اوصاف جانے بغیر کی ہو ہر دو صورتوں میں عاقد کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو گا چاہے وہ چیز بیان کردہ اوصاف کے مطابق ہی کیوں نہ ہو جب کہ مالکیہ نے اس میں فرق رکھا ہے ان کے ہاں اگر کسی معین غیر موجود بیع کی بیع بغیر رویت اور بغیر وصف کے کی ہو تو وہ عقد اسی وقت درست ہو گا جب اس میں خیار رویت کی شرط باقاعدہ طور پر رکھی گئی ہو ورنہ عقد درست نہ ہو گا اور اگر کسی معین غائب چیز کی بیع اوصاف کی بنیاد پر کی ہو تو خیار کی شرط کی ضرورت نہیں ہے لہذا اگر وہ چیز اوصاف کے مطابق ہوئی تو مشتری کو اسے فسخ کرنے کا حق نہیں ہو گا سوائے اس کے اس نے شرط رکھی ہوگی۔<sup>43</sup>

خیار رویت کے قائلین فقہاء نے اپنے موقف کی تائید میں دو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے ایک روایت مسند<sup>44</sup> ہے اور ایک امام مکحول کی مرسل<sup>45</sup> روایت ہے۔ امام زلیعی نے نصب الرایہ میں ان دونوں روایات کو ذکر کے ان کی اسناد پر محدثین کے کلام کا تذکرہ کیا ہے۔ مسند حدیث کی سند پر امام دارقطنی کا قول ذکر کرتے ہیں: قَالَ الدَّارِقُطْنِيُّ: وَعَمَرَ بِنُ إِبْرَاهِيمَ هَذَا يُقَالُ لَهُ: الْكُزْدِيُّ يَصْعُقُ الْأَحَادِيثَ<sup>46</sup> کہ عمر بن ابراہیم اس کو کر دی کہا جاتا ہے یہ احادیث گھڑتا ہے۔ اسی طرح امام مکحول کی مرسل روایت کی سند پر بھی کلام کو ذکر کیا ہے، امام زلیعی لکھتے ہیں: قَالَ الدَّرَاقُطْنِيُّ: هَذَا مُرْسَلٌ، وَأَبُو بَكْرٍ بِنُ أَبِي مَرْثَمَ ضَعِيفٌ، انْتَهَى<sup>47</sup> کہ یہ روایت مرسل ہے اور ابو بکر بن ابی مرثم اس میں ضعیف راوی ہے۔<sup>48</sup> اس موقف کے مانعین نے ان دلائل پر بھی اعتراضات ذکر کیے ہیں کہ ایک روایت کی سند میں وضاع راوی موجود ہے اور دوسری روایت کی سند میں ضعیف راوی موجود ہے۔ اسی طرح مانعین نے اپنے موقف کے حق میں حدیث "منابذہ" اور "ملاصہ" سے دلیل بنانے کی کوشش کی ہے لیکن وہ دلیل یہاں بنتی نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اس خیار کے قائلین نے قرآن مجید کی آیت: واحل الله البيع<sup>49</sup> اور اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے کے عموم سے بھی دلیل لی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کا ایک اثر بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے زمین کی بیع بغیر دیکھے کی اور اس میں حضرت طلحہ کو بیع باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار حاصل تھا<sup>50</sup>

اس معاملے پر فریقین کے دلائل اور ان کے جوابات کو امام ابن ہمام نے فسخ القدر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے<sup>51</sup> جن کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس اختیار کے قائلین کی رائے زیادہ انصاف ہے کیونکہ مارکیٹ کی ضرورت کو اگر مد نظر رکھا جائے تو بسا اوقات کسی شخص

کو کوئی چیز خریدنے کا موقع ملتا ہے اور اگر وہ اسے دیکھنے تک موخر کرے جو کسی دوسری جگہ بڑی ہو تو عین ممکن ہے کہ وہ اس بیع کو کرنے کا موقعہ گنوا دے۔ اس کے لیے فقہاء کی یہ رائے زیادہ مناسب ہے کہ غیر موجود چیز کی بیع منعقد تو ہو جائے گی لیکن لازم نہیں ہوگی دیکھنے پر اسے اختیار ہو گا کہ وہ اسے برقرار رکھے یا فسخ کر دے اور اگر کوئی چیز مشتری نے اوصاف کی بنیاد پر خریدی ہو بعد میں وہ چیز اسی طرح اوصاف کے مطابق ہی نکلے تو اب مشتری کو بغیر عذر کے بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے سوائے اس کے کہ مشتری نے اس کی باقاعدہ طور پر شرط رکھی ہو کیوں کہ اس میں بائع کے نقصان کا اندیشہ موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

### خیارِ عیب

خیارِ عیب کی مختلف فقہاء نے اپنے اپنے انداز میں مختلف تعریفات کی ہیں جن کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

حنفی فقہاء کے نزدیک عیب وہ ہے جو کسی چیز کی اصل کو تبدیل کر دے اور اس وجہ سے وہ ناقص خیال کی جانے لگے<sup>52</sup> حنفی فقہاء کے نزدیک اگر کسی چیز کے معیار کے اعتبار سے مختلف درجے ہیں جیسے کوئی پھل جو اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ درجے کا ہے تو یہ تین الگ الگ حیثیتیں شمار ہوں گیں اور ادنیٰ ہونا عیب نہیں ہو گا جس کی وجہ سے خیار عیب حاصل ہو کیونکہ مارکیٹ میں اعلیٰ اور ادنیٰ درجے کا ریٹ ہی الگ الگ ہوتا ہے۔ امام کاسانی نے خیار عیب کی تعریف یوں کی ہے: فکل ما یوجب نقصان الثمن فی عادة التجار نقصانا فاحشا أو یسیرا، فهو عیب یوجب الخیار<sup>53</sup> تاجروں کے عرف میں جو معاملہ ثمن کے نقصان کا باعث ہو وہ خیار عیب کو واجب کر دیتا ہے۔ مالکی فقہاء کے نزدیک معقود علیہ میں کسی ایسی چیز کی موجودگی جس سے اس کی ثمن میں کمی ہوتی ہو یا بیع میں نقص سمجھا جاتا ہو یا اس میں تصرف کرنے میں رکاوٹ ہو تو وہ خیار عیب کا حق دیتا ہے<sup>54</sup> شوافع نے بھی عیب سے مراد عین میں یا اس کی قیمت میں نقص کی بات کی ہے<sup>55</sup> حنابلہ کے ہاں "الْعَيْبُ" هُوَ مَا يُنْقِصُ قِيَمَةَ الْمُبِيعِ عَادَةً، عَلَى الصَّحِيحِ مِنَ الْمُدَّهِبِ<sup>56</sup> عیب، جو بیع کی قیمت کے نقصان کا باعث ہو۔ علامہ بہوتی نے اس میں کچھ اضافہ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ نقص جس سے خیار عیب حاصل ہوتا ہے اس سے مراد عین میں بیع میں نقص کا پایا جانا ہے جیسے جانور کا خصی ہونا، اگرچہ اس سے قیمت کم نہ بھی ہو بلکہ زیادہ بھی ہو سکتی ہے یا ایسا عیب جس سے قیمت میں کمی ہو اگرچہ عین میں بیع میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی ہو<sup>57</sup> مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عین میں بیع یا کسی عیب کی وجہ سے اس کی قیمت کا کم ہونا اس سے عقد کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ فقہاء کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عیب کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے عرف اور اس جنس کے ماہرین کا فیصلہ ہی درست مانا جائے گا یعنی اس کے لیے کوئی ایسا فیصلہ کن ضابطہ مقرر نہیں کیا گیا بلکہ اس علاقے اور دور کے تجار کے عرف کو مد نظر رکھا جائے گا۔

اگر کوئی بائع اپنا سامان تجارت عیب چھپا کر فروخت کرتا ہے یعنی اس کو معقود علیہ کے عیب کا علم تھا اور اس نے مشتری کو بتائے بغیر بیع کو فروخت کر دیا تو یہ حرام کام کیا اور یہ "غش" کے زمرے میں آئے گا جو کہ بالاتفاق حرام ہے۔ علامہ ابن جزئی لکھتے ہیں: فِي الْعَيْبِ وَكْتَمَانِهَا غَشٌ مُحْرَمٌ بِإِجْمَاعٍ<sup>58</sup> اس میں فقہاء نے درج ذیل حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث سے استدلال کیا ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا. فَتَأَلَّتْ أَصَابِعُهُ بِلَلًا. فَقَالَ "مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ. يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ "أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي"<sup>59</sup> کہ نبی اکرم ﷺ اناج

کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں (چیک کرنے کے لیے) داخل فرمایا، آپ ﷺ کو اس میں گیلیا پن محسوس ہوا تو پوچھا کہ اے صاحب طعام! یہ کیا ہے؟ اس نے جواباً عرض کی کہ اس پر بارش ہو گئی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تو نے اس غلے کے اوپر کیوں نہیں رکھاتا کہ لوگ اس کو دیکھ سکیں (اور اسی حساب سے تجھے پیسے دیں) جس نے "غش" سے کام لیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کتمانِ عیب، غش ہے جو حرام ہے۔ اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کتمانِ عیب عقد بیع کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں جمہور فقہاء (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کا موقف یہ ہے کہ عقد منعقد ہو جائے گا اور بائع کی جہت سے عقد لازم تصور ہو گا اور مشتری کی جانب سے عقد غیر لازم<sup>60</sup>۔ یعنی یہ عقد منعقد ہو جائے گا اور مشتری کو بیع میں تصرف کا اختیار بھی حاصل ہو گا۔ عیب کے ظاہر ہونے پر مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے باقی رکھے یا فسخ کر دے۔ اس میں فقہاء نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے کہ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنْ ابْتَاعَهَا بَعْدَ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِمَهَا: إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ)<sup>61</sup> ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آکر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں چاہے تو جانور کو رکھ لے، اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدل کے طور پر دے۔" اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مشتری کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس جانور کو اپنے پاس رکھ لے چاہے تو اس کو لوٹا دے۔ تو یہ اختیار اسی وقت ثابت ہو گا جب بیع کو درست مانا جائے اگر بیع منعقد ہی نہیں ہوئی تو اختیار بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشتری کو اگر عقد کے وقت بیع میں موجود عیب کا علم نہ ہو اور نہ ہی بائع نے اسے آگاہ کیا ہو، بیع میں عیب پیدا ہی اس وقت ہو اور جب وہ بائع کی ضمان میں تھی، اور وہ عیب عرف میں موثر ہو اور بائع نے عیب سے براءت کی شرط بھی نہ رکھی ہو تو مشتری کو حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس بیع کو اپنے پاس رکھ لے یا عقد کو فسخ کر دے۔

### خيارِ غبن

غبن سے مراد ہے کہ بائع مشتری کی لاعلمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے بیع کی قیمت سے خاطر خواہ اضافہ کے ساتھ قیمت وصول کرے یا مشتری کسی بائع سے اس کی لاعلمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بیع کی قیمت سے بہت کم مقدار میں قیمت ادا کر کے اسے خرید لے۔ مواہب الجلیل میں مرقوم ہے: عِبَارَةٌ عَنْ بَيْعِ السِّلْعَةِ بِأَكْثَرٍ مِمَّا جَرَتْ الْعَادَةُ أَنَّ النَّاسَ لَا يَتَغَابَنُونَ بِمِثْلِهِ، أَوْ اشْتَرَاهَا كَذَلِكَ، وَأَمَّا مَا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ فَلَا يُوجِبُ رَدًّا بِاتِّفَاقٍ<sup>62</sup> یعنی خيارِ غبن سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی معروف قیمت سے ہٹ کر بہت زیادہ قیمت کے عوض اس کو فروخت کر لیا اس کی مارکیٹ ویلیو (Market Value) سے بہت کم قیمت میں اسے خرید لینا۔ اس بات کو امام میارۃ الفاسی<sup>63</sup> نے مزید وضاحت سے قلم بند کیا ہے: وَهُوَ أَنْ يَشْتَرِيَ بِأَكْثَرٍ مِنَ الْقِيَمَةِ بِكَثِيرٍ فَيُعْبَنُ الْمُشْتَرِي، أَوْ يَبِيعُ بِأَقَلِّ مِنَ الْقِيَمَةِ بِكَثِيرٍ فَيُعْبَنُ الْبَائِعُ<sup>64</sup> اگر کسی چیز کی قیمت سے بہت زیادہ قیمت کے عوض کوئی چیز فروخت کی گئی تو اس سے مشتری کے ساتھ غبن ہو گا اور اگر بہت کم قیمت میں فروخت کی گئی تو اس سے بائع کو نقصان ہو گا۔ ان تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غبن سے مراد ہے کسی چیز کی ضرورت سے بہت زیادہ

یا بہت کم قیمت کے ذریعے خرید و فروخت کرنا جس میں بائع یا مشتری کے ساتھ غبن ہو اور ان کا مالی نقصان ہو۔ ابن العربیؒ غبن کے متعلق اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اِذْ هُوَ مِنْ بَابِ الْخِدَاعِ الْمَحْرَمِ شَرْعًا فِي كُلِّ مَلَّةٍ، لَكِنَّ الْيَسِيرَ مِنْهُ لَا يُمَكِّنُ الْإِحْتِرَازُ مِنْهُ لِأَحَدٍ فَهَمْزِي فِي الْبُيُوعِ؛ اِذْ لَوْ حَكَمْنَا بِرَدِّهِ مَا نَفَذَ بَيْعٌ أَبَدًا، لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو مِنْهُ، حَتَّىٰ إِذَا كَانَ كَثِيرًا أَمْكَنَ الْإِحْتِرَازُ مِنْهُ، فَوَجَبَ الرَّدُّ بِهِ<sup>65</sup> غبن کرنا ہر دین میں دھوکہ دہی شمار ہوتا ہے اور اس وجہ سے حرام ہے تاہم معمولی غبن سے بچنا ممکن نہیں ہے اور یہ عام بیوع میں پایا جاتا ہے اگر اس معمولی غبن کی وجہ سے بیع ختم کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو پھر کبھی بھی کوئی بیع مکمل نہ ہو پائے کیونکہ یہ ہر جگہ معمولی مقدار میں موجود ہوتا ہے لیکن اگر غبن کثیر پایا جائے گا تو اس معاملے میں خیار غبن لازمی طور پر دیا جائے گا۔ اس غبن کثیر کو فقہاء نے غبن فاحش کا نام بھی دیا ہے۔ اس بات کے متعلق معیار مقرر کرنا کہ آیا یہ غبن فاحش ہے یا غبن یسیر ہے، فقہاء کے متعدد اقوال ہیں ان میں زیادہ راجح بات یہی ہے کہ متعلقہ دور اور علاقے کے عرف اور تجارت کی رائے کو مد نظر رکھ کر ہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ غبن کثیر ہے یا یسیر ہے۔ جیسا کہ المجموع میں ہے: وَمَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ مُطْلَقًا وَلَيْسَ لَهُ حَدٌّ فِي الشَّرْعِ وَلَا فِي اللَّغَةِ يَرْجِعُ فِيهِ إِلَى الْعَرَفِ وَالْعَادَةِ<sup>66</sup>۔ جس چیز کے متعلق شرع اور لغت میں کوئی حد بندی نہیں کی گئی اس کے متعلق عرف و عادت کو بنیاد بنا کر فیصلہ کیا جائے گا۔

شارع نے نجش، احتکار اور تلتی المرکبان سے اسی وجہ سے روکا ہے کہ بیع کی عادت سے ہٹ کر بہت زیادہ یا بہت کم قیمت میں خرید و فروخت کر کے بائع یا مشتری کو نقصان سے بچایا جاسکے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی عقد کیا جائے جس میں غبن کثیر موجود ہو تو کیا وہ عقد درست ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اور جس کے ساتھ غبن کیا گیا ہے کیا وہ عقد فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں؟ فقہاء کرام نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ اگر کسی بائع کو یا مشتری کو اصل قیمت کا علم ہو اور وہ اپنی مرضی اور رضا سے کوئی چیز ضرورت سے زیادہ مہنگی خریدی یا کوئی قیمتی چیز نہایت سستے داموں فروخت کر دے تو فقہاء نے اس بیع کو جائز اور درست قرار دیا ہے اور اس صورت حال میں مشتری یا بائع کو غبن کی بنیاد پر عقد بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہو گا کیونکہ یہاں غرر وغیرہ موجود نہیں ہے، امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: وَالْجُمُحُورُ عَلَى جَوَازِ الْغَبَنِ فِي التَّجَارَةِ، مِثْلَ أَنْ يَبِيعَ رَجُلٌ يَأْقُوتَةَ بِدِرْهَمٍ وَهِيَ تُسَاوِي مِائَةَ فَذَلِكَ جَائِزٌ، وَأَنَّ الْمَالِكَ الصَّحِيحَ الْمَلِكُ جَائِزٌ لَهُ أَنْ يَبِيعَ مَالَهُ الْكَثِيرَ بِالتَّافِهِ الْيَسِيرِ، وَهَذَا مَا لَا اخْتِلَافَ فِيهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ إِذَا عُرِفَ قَدْرُ ذَلِكَ، كَمَا تَجَوُّزُ الْهَبَةِ لَوْ وَهَبَ<sup>67</sup> کہ جمہور فقہاء نے تجارت میں (اس طرح کے) غبن کو جائز قرار دیا ہے جس میں کسی چیز کا مالک اپنا قیمتی سامان اپنی مرضی کے ساتھ معمولی قیمت کے عوض فروخت کر دیتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص اپنا قیمتی پتھر (یا قوت) جس کی قدر و قیمت ایک سو درہم ہو اسے وہ صرف ایک درہم کے عوض فروخت کر دے یہ ایسے ہی ہے جس طرح اس شخص کو اپنی چیز بہہ کرنے کا اختیار حاصل ہے اسی طرح وہ اپنی مرضی سے اسے بالکل معمولی قیمت کے عوض فروخت بھی کر سکتا ہے۔

اس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اگر فریقین کو بیع کی اصل قدر و قیمت کا علم ہو اور وہ باہمی رضامندی سے کوئی بھی قیمت طے کر لیں تو عقد درست ہو گا اور اس میں خیار غبن بھی نہیں ہو گا کیونکہ یہاں غرر نہیں ہے۔ اگر فریقین میں سے کسی کو اس چیز کی اصل قدر (Value) کا علم نہ تھا تو اس کے حکم کے متعلق فقہاء میں اختلاف رائے موجود ہے کہ مغبون کو عقد فسخ کرنے کا اختیار ہو گا یا نہیں ہو گا جب اس کو یہ معلوم ہو گا کہ

اس کے ساتھ غبن کیا گیا ہے۔ حنفی فقہاء<sup>68</sup> اور کچھ مالکی و حنبلی فقہاء کا یہ موقف ہے کہ مغبون کو مطلقاً خیار غبن حاصل ہو گا۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: «أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ»<sup>69</sup> کہ تم میں باہمی رضامندی سے تجارت ہو "جب ایک فریق اس بات پر راضی نہیں کہ اس سے بیع کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت وصول کی جائے۔ اس کے علاوہ اس رائے کے قائلین نے اس حدیث سے دلیل لی ہے کہ: «لَا تَلَقُّوا الْجَلْبَ. فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرِي مِنْهُ، فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ، فَهَوَّ بِالْخِيَارِ»<sup>70</sup> "سامان تجارت کو راستے میں جا کر حاصل نہ کرو۔ جس نے باہر مل کر ان سے سامان خرید لیا، تو جب اس کا مالک بازار میں آئے گا تو اسے (بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا) اختیار ہو گا" یہاں مطلقاً خیار کی بات کی گئی ہے۔

دوسری جانب شافعی فقہاء کا موقف یہ ہے کہ مغبون کو خیار غبن مطلقاً حاصل نہیں ہے کیونکہ تجارت اسی چیز کا نام ہے کہ فریقین باہمی رضامندی سے لین دین کریں اور کسی کو لین دین پر مجبور نہ کیا جائے لہذا جب فریقین نے باہمی رضامندی سے بیع کی اور کسی کو مجبور بھی نہیں کیا گیا تو بھاتا و تاو کر کے جہاں فریقین مطمئن ہو گئے وہ قیمت درست ہو گی اور خیار غبن نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے: «عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: «حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِي، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَ بَدْرَهُمْ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْبِهِ.»»<sup>71</sup> "زيد بن اسلم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ انہوں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک شخص کو سواری کے لیے دے دیا۔ لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی سی ہے۔" اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر وہ تجھے یہ گھوڑا ایک درہم میں بھی دے دے تب بھی اس سے یہ نہ خریدنا، اس بات کی دلیل ہے کہ نفیس اور قیمتی چیزیں معمولی قیمت پر خریدی جاسکتی ہیں۔ اس دلیل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اس میں تو ان دونوں کو گھوڑے کی قیمت اور قدر کا علم تھا اور ریٹ میں کمی کی توقع اس وجہ سے تھی کہ وہ گھوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اسے فی سبیل اللہ دیا تھا۔ تو اس میں غرر والی کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ فقہاء نے ان دونوں اقوال کے درمیان کچھ مخصوص صورتوں میں خیار غبن کی بات کی ہے۔

ان فقہاء کرام کی ادلہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ فریقین کے دلائل قوی ہیں لیکن غبن فاحش کی صورت میں مغبون کو خیار غبن کی بنیاد پر بیع باقی رکھنے اور فسخ کرنے کے اختیار والا موقف زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ "تلقی الجلب" کے معاملے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا ہے تو اسی کو بنیاد بنا کر خیار غبن دیا جائے گا تاکہ کسی کے ساتھ نا انصافی اور ظلم نہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

- 1 موسوعہ فقہیہ کویتیہ: 41/20
- 2 ایضاً: 169/20
- 3 شنقیط، محمد الأمين بن محمد المختار بن عبد القادر الجکني الشنقيطي (ت1393هـ)، أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن، دار الفكر للطباعة و النشر و التوزيع بيروت – لبنان، 1995م ، 367/7
- 4 مجلة الاحكام العدليه: ماده 184
- 5 المجموع للنووي: 199/9 ، بدائع الصنائع: 134/5 ،
- 6 مواهب الجليل: 241/4
- 7 مجمع فقه الاسلامی: قرار د نمبر 6/3/52
- 8 ابن قدامه، المغنی ، ، مكتبة القايره ، طبع اول ، 1969 ، 484/3
- 9 بدائع الصنائع: 228/5 ، تبیین الحقائق: 3/4 ، حاشیه ابن عابدين: 528/4 ، مواهب الجليل: 410/4
- 10 روضة الطالبين: 96/3 ، مزید یکھی: نووی، ابو زکریا معی الدین یحیی بن شرف النووی (ت676هـ)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي – بيروت، طبع دوم، 1392هـ، 173/10 ، مزید دیکھی: ابن مفلح ، ابراهیم بن محمد بن عبدالله ، برن الدین الحفید، ابو اسحاق (884هـ)، المبدع فی شرح المقنع، دارالکتب العلمیہ ، بیروت لبنان، طبع اول، 1997ء: 63/4 ، مزید دیکھی: مسائل الإمام أحمد بن حنبل - رواية ابن أبي الفضل صالح (266هـ)، الدار العلمیة - دہلی، انڈیا، طبع اول، 1988 ، 254/2،
- 11 وَبِهَذَا قَالَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِمَّنْ قَالَ بِهِ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَبْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّاسٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبُو بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيُّ وَطَاوُسٌ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءٌ وَشَرِيحُ الْقَاضِي وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَالشَّعْبِيُّ وَالزَّهْرِيُّ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَبْنُ أَبِي ذَنْبٍ وَسَفِيَانُ بْنُ عِيْنَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَبْنُ الْمُبَارَكِ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُدَيَّبِيِّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ زَاهَوْنَةَ وَأَبُو ثَوْرٍ وَأَبُو عُبَيْدٍ وَالْبُخَارِيُّ وَسَائِرُ الْمُحَدِّثِينَ وَآخَرُونَ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ لَا يَثْبُتُ خِيَارُ الْمَجْلِسِ بَلْ يَلْزَمُ الْبَيْعُ بِنَفْسِ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ بِهِ قَالَ رَبِيعَةُ وَحَكِي عَنِ النَّخَعِيِّ وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنِ الثَّوْرِيِّ (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: 173/10)
- 12 المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: 173/10
- 13 سورة المائدة: 01
- 14 جصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (ت370هـ)، أحكام القرآن، دار إحياء التراث العربي – بيروت، 1405هـ ، 133/
- 3
- 15 ایضاً: 253/2
- 16 اعلام الموقعين: 164/3
- 17 صحیح البخاری: کتاب البيوع، باب إِذَا بَيَّنَّ الْبَيْعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا، حديث: 1973
- 18 ایضا: کتاب البيوع، باب كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ
- 19 مالک بن انس، موطأ، مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبي – الإمارات، طبع: اول، 2004 م، 968/4،
- 20 عسقلاني، احمد بن علي بن حجر ، أبو الفضل (ت852هـ) ، الشافعي، فتح الباري شرح صحیح البخاری، دار المعرفة - بيروت، 1379هـ ، 330/4
- 21 مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، 1955م ، کتاب البيوع، باب ثُبُوتِ خِيَارِ الْمَجْلِسِ لِلْمُتَبَايِعِينَ، حديث: 1531
- 22 نسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب (ت303هـ)، السنن الكبرى ، مؤسسة الرسالة – بيروت، 2001 م ، کتاب البيوع، وَجُوبُ الْخِيَارِ لِلْمُتَبَايِعِينَ قَبْلَ افْتِرَاقِهِمَا، وَذَكَرُ الْإِخْتِلَافِ عَلَى نَافِعٍ فِي لَفْظِ حَدِيثِهِ فِيهِ، حديث: 6017
- 23 المجموع شرح المذهب للنووي: 214/9
- 24 البحر الرائق: 294/5
- 25 مجلة القانون والاقتصاد ، كلية القانون، جامعة القايره، جلد چہارم، شماره پنجم ، ص: 656

- مزید دیکھیے: مخدوم، مصطفیٰ الدکتور، مقالہ: تطور الوسائل و اثره في الحكم الشرعى، مجلة المرقاه للدراسات والبحوث الاسلاميه، جلد ہشتم، شمارہ 8 (ہیئۃ علماء فلسطین: [www.palscholars.org/mirka](http://www.palscholars.org/mirka)) ("جدید وسائل کے شرعی احکام پر اثرات کے متعلق تحقیقی مقالہ کالٹک"، تاریخ مشاہدہ: 5 اپریل 2020ء)
- 26 علی الخفیف، الاستاذ، احکام المعاملات الشرعیة، دار الفكر العربی، قاہرہ، 2008م، ص: 192
- 27 ردالمحتار، 567/4
- 28 بدائع الصنائع: 174/5، حاشیہ دسوقی: 91/3، مغنی المحتاج: 46/2، مرداوی، علی بن سلیمان، علاو الدین، ابوالحسن (885ھ)، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، 1955ء: 373/4
- 29 البحر الرائق: 3/6
- 30 المحلی لابن حزم: مسئلہ 1443
- 31 عینی، محمود بن أحمد بن موسیٰ بن أحمد بن حسین، ابو محمد، الغیتابی الحنفی بدر الدین (ت 855ھ)، البینایۃ شرح الهدایۃ، دار الکتب العلمیۃ - بیروت، لبنان، طبع اول، 2000م، 48/8
- 32 نفرای، احمد بن غانم بن سالم ابن مہنا، شہاب الدین، الازہری المالکی (ت 1126ھ)، الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القيروانی، دارالفکر، طبع ندارد، 1995م، 83/2 - مزید دیکھیے: فتح القدير علی الهدایۃ: 300/6
- 33 المجموع شرح المہذب: 190/9
- 34 تبیین الحقائق: 14/4، المبسوط: 38/13، المجموع: 223/9، اسنی المطالب: 50/2
- 35 المنتقى للباہجی: 56/5 - مواق، محمد بن یوسف بن ابی القاسم بن یوسف بن عبدی، ابو عبد اللہ، المالکی (897ھ)، التاج والاکلیل لمختصر خلیل، دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1994ء: 302/6 - مواہب الجلیل: 411/4
- 36 درر الحکام شرح غرر الاحکام: 151/2، طحاوی، احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الملک، ابوجعفر، المصری (321ھ)، مشکل الآثار، موسسۃ الرسالۃ، طبع اول، 1415ھ: 338/12
- 37 عن ابی ہریرۃ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "من ابتاع شاة مصراة، فهو فيها بالخيار ثلاثة ايام، ان شاء امسکها، وان شاء ردها ورد معها صاعا من تمر". (صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة، حدیث نمبر: 3831) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ایسی بھیڑ (یا بکری) خرید لی جس کا دودھ روکا گیا ہے تو اسے تین دن تک اس کے بارے میں اختیار ہے، اگر چاہے تو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی واپس کرے
- 38 درر الحکام فی شرح مجلة الأحکام، 290/1
- 39 اعظی، محمد امجد علی، مفتی، صدر الشریعہ (6 ستمبر 1948ء)، بہار شریعت، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی، طبع پنجم، 2011ء، حصہ گیارہ، 661/2
- 40 موسوعہ کویتیہ: 64/20
- 41 حصکفی، محمد بن علی بن محمد الحصنی المعروف بعلاء الدین الحنفی (ت 1088ھ)، الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، 2002م، ص: 405
- 42 موسوعہ کویتیہ: 76/20
- 43 التمهید: 15/13، الفواکہ الدوانی: 96/2، مواہب الجلیل: 296/4، حاشیہ دسوقی: 25/3
- 44 عَنْ دَاهِرِ بْنِ نُوحٍ ثَنَا عَمْرُ بْنُ إِبرَاهِيمَ بْنِ خَالِدِ الْكُرْدِيِّ ثَنَا وَهْبُ الْإِسْكُرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَبُيَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَأَهُ" (علي بن عمر الدارقطني، سنن الدارقطني، المدينة المنورة، الحجاز، دار المحاسن للطباعة والنشر، القاهرة، 1386ھ، 1966م، ص 4-5)
- 45 حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ مَكْحُولٍ زَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اشْتَرَى شَيْءًا لَمْ يَرَهُ فَبُيَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَأَهُ انشاءً اخذه وانشاءً تركه" (ايضا: 4/5)
- 46 زبلي، نصب الراية، كتاب البيوع، باب خيار الرؤية، 9/4
- 47 ايضا: 9/4

- 48 دیکھیے امام دارقطنی کی رائے: وَأَمَّا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَرْثَمٍ ، عَنْ مَكْحُولٍ ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ : مَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَأَهُ إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ فَهَذَا مُنْقَطِعٌ وَإِنْ أَبِي مَرْثَمٍ هَذَا ضَعِيفٌ وَرَوَاهُ عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْكُرْدِيُّ بِإِسْنَادٍ لَهُ مَرْفُوعًا وَكَانَ مُتَّهَمًا بِوَضْعِ الْحَدِيثِ (بيهقي، السنن الصغير للبيهقي، كتاب البيوع، باب بَيْعِ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ، حديث رقم: 1467)
- 49 البقرة: 275
- 50 عن ابن أبي مليكة أن عثمان ابتاع من طلحة بن عبيد الله أرضا بالمدينة ، ناقله بأرض له بالكوفة ، فلما تباينا ندم عثمان ، ثم قال : بايعتك ما لم أره ، فقال طلحة : إنما النظر لي ، إنما ابتعت مغيبا ، وأما أنت فقد رأيت ما ابتعت ، فجعلنا بينهما حكما ، فحكما جبير بن مطعم ، فقضى على عثمان أن البيع جائز وأن النظر لطلحة أنه ابتاع مغيبا (بيهقي، كتاب السنن الكبرى، كتاب البيوع، باب من قال يجوز بيع العين الغائبة: 268/5)
- 51 ابن بممام، كمال الدين بن عبد الواحد، فتح القدير، كتاب البيوع، باب خيار الروية، 335/6
- 52 فتح القدير: 355/6، ردالمحتار: 3/5
- 53 بدائع الصنائع: 274/5
- 54 مواهب الجليل: 427/4
- 55 اسني المطالب: 60/2
- 56 الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف: 405/4
- 57 كشاف القناع: 215/3
- 58 ابن جُزَى ، محمد بن احمد بن محمد بن عبد الله، ابو القاسم، الكلبى الغرناطى (741هـ)، القوانين الفقهية، طابع، طبع وسن ندارد(مكتبه شامله): ص: 175
- 59 صحيح مسلم ، كتاب الايمان ، باب باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم " من غشنا فليس منا" ، حديث: 164
- 60 بدائع الصنائع: 273/5، حاشيه الدسوقي: 119/3 ، نهاية المحتاج: 25/4 ، كشاف القناع: 218/3
- 61 صحيح بخارى ، كتاب البيوع ، باب: النَّهْيُ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَقِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَقَّلَةٍ، حديث: 2041
- 62 مواهب الجليل: 468/4
- 63 شيخ أبو عبد الله محمد بن أحمد ميارة الفاسي فقه مآلى کے معروف امام ہیں۔ آپ 999ھ کو فاس کے علاقے میں پیدا ہوئے اور 1072ھ کو وفات پائی۔
- 64 ميارة، أبو عبد الله، محمد بن أحمد بن محمد الفاسي، (ت 1072ھ)، الإتقان والإحكام في شرح تحفة الحكام المعروف بشرح ميارة، دار المعرفة، سن ندارد، 39/2
- 65 ابن العربي، محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري القاضي الاشبيلي المالكي (ت 543ھ)، أحكام القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، طبع سوم، 2003م، 261/4
- 66 المجموع شرح المذهب: 271/10
- 67 الجامع لاحكام القرآن: 152/5
- 68 البحر الرائق: 125/6
- 69 سورة النساء: 29
- 70 صحيح مسلم ، كتاب البيوع، باب تحريم تلقي الجلب ، حديث: 1519
- 71 صحيح البخارى، كتاب الزكوة ، باب: هَلْ يَشْتَرِي الرَّجُلُ صَدَقَتَهُ، حديث: 1490 اور صحيح لمسلم، كتاب الهبات، باب كَرَاهَةِ شِرَاءِ الْإِنْسَانِ مَا تَصَدَّقَ بِهِ مِمَّنْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ، حديث نمبر: 4165